۲۶ مئی کا دن!

مولانا الحاج عبد الرحیم صاحب نیر احمدیہ مشنری لندن وافریقہ کے قلم سے

یادِ حبیب :- ۲۶ مئی کا دن قریب آرہا ہے آج سے اکتیس سال پہلے ۲۶ مئی کے دن احمدی جماعت کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا تھا - اور زمین نے ایک ایسے عظیم الشان انسان کو آسمان کی طرف رخصت کیا تھا کہ جس کی نظیر دنیا میں شاذ ہوا کرتی ہے - یعنی اس دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال مبارک ہوا تھا - اور اسی مہینے میں میں نے یادِ حبیب میں ذیل کے اشعار کہے تھے :-

راتیں کٹی ہوں جس کی جاناں کہ درد و غم میں
وہ جانتا ہے جاں کی عاشق کی جاں کنی کو
دلبر تھا ایک اپنا دلدار تھا یگانہ
بھرتا ہوں سرد آہیں کر یاد میں اُسی کو
بیش از وصال مشکل گو ہے وصال جاناں
رؤیا میں آکے لیکن ملتے ہیں احمدی کو
زر ہے نہ پر ہے آخر کیا تحفہ ان کو بھیجوں
لے جا نسیمِ سحری اس میری بے بسی کو
آنکھوں کا میرے پانی بادِ صبا تو لے جا
اس گُل کی جا کے دینا ہر ایک پنکھڑی کو
جاناں تمہارے مُنہ سے نیّر میں نور چمکا
کیا مُنہ تھا ورنہ اس کا پاتا جو روشنی کو

عصر کا وقت قیامت کا وقت کہا جاتا ہے اور میں نے ایک رؤیا میں دیکھا - کہ قیامت آرہی ہے - اور عصر کا وقت ہے - اور میں نے اپنی لائبریری سے کشتی نوح لے کر بغل میں تھام لی ہے - اور موت کے لئے تیار ہوں - ہم نے ماہ مئی کی ۲۵ تاریخ کو عصر کے وقت جو کچھ دیکھا اور جو کچھ سنا - وہ قیامت کا نشان تھا - اور اس کے بعد ہم بروزِ مصطفیٰ کو جسم عنصری کے ساتھ اس زمین پر دوسری عصر کے وقت نہیں دیکھ سکے - اس علامت قیامت یعنی مسیح موعودؑ کے ساتھ آخری نماز عصر خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں ادا کرنے کے بعد حضرت نے لاہور میں فرمایا - "کئی دنوں سے دست آرہے ہیں - اندر سے کھوکھلا معلوم ہوتا ہوں" اور فرمایا - "ہم اپنا کام ختم کر چکے ہیں" مسیح موعود کے ان الفاظ نے اس عصر کے وقت واضح کر دیا تھا - کہ حضور کی وفات قریب ہے - مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا تھا - کہ اپنے کام کو کامیابی سے ختم کرنے کے بعد اسہال کی بیماری سے جو دو زرد چادروں میں سے ایک تھی - حضور کا وصال مبارک ہوا - پس ہماری جماعت نوٹ کر لے - کہ حضور کا وصال دستوں کی بیماری سے ہوا نہ کہ کسی اور مرض سے - میں ان الفاظ کو جو حضرت کی زبان مبارک سے سُنے تھے - اب تک اپنے کانوں میں گونجتا ہوا پاتا ہوں - اور جب کبھی دشمن کسی کمزور روایت کی بناء پر حضرت مسیح موعود کے وصال کو کسی اور بیماری کی طرف منسوب کرتا ہے - تو میرے خون میں جوش آجاتا ہے - اور مجھے ہمیشہ آخری عصر کے وقت کی آخری صحبت اور حضور کے کلمات طیبات کہ دستوں کی وجہ سے اندر سے کھوکھلا معلوم ہوتا ہوں - یاد آجاتے ہیں - اور کانوں میں وہ آواز جس کا اب سننا ناممکن ہے - گونجتی ہے -

یہاں مت کھڑے ہو :- ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کی نماز مغرب کا وقت تھا جبکہ ڈاکٹر محمد حسین شاہ کے مکان میں حضرت مسیح موعودؑ کو حضرت ام المومنین کے ہمراہ گھوڑا گاڑی میں سیر کرکے واپس آنے پر داخل ہوتے ہوئے دیکھا - اور اس کے بعد ہمارا سورج غروب ہو گیا - اور احمدیہ بلڈنگ میں مسیح موعود کی آواز دوبارہ سننے میں نہیں آئی - دوسرے دن چاشت کے وقت ٹریننگ کالج کے بورڈنگ ہوس میں جبکہ میں چارپائی پر لیٹ گیا - تو رؤیا میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود تشریف لائے - اور احمدیہ بلڈنگز جسے اب غیر مبائع کوارٹرز کہا جاتا ہے - اس کے قریب ایک جگہ ہے - جہاں مخالف تقریریں ہو رہی ہیں حضرت نے فرمایا "یہاں مت کھڑے ہو" میں سمجھتا ہوں - مجھے ارشاد تھا - کہ اس مقام کے قریب بھی کھڑے نہیں ہونا چاہیئے - کیونکہ یہاں میری مخالفت ہو رہی ہے - الحمد للہ کہ میں نے اس ارشاد کی اب تک تعمیل کی ہے :

سٹیشن پر :- جب نعش مبارک سٹیشن پر پہنچ گئی اور حضرت ام المومنین سٹیشن پر تشریف فرما تھیں اور ہم لوگ نہایت افسردگی کی حالت میں ایک طرف کو بیٹھے تھے - تب ایک آریہ سماجی نے آکر کہا - کیوں صاحب اب کیا ہو گا - جس کا مطلب یہ تھا - کہ مرزا صاحب تو فوت ہو گئے - اب تم کیا کرو گے - میں نے جوش سے جواب دیا - ایک مرزا صاحب فوت ہوتے ہیں - مگر وہ دشمن کا سر کچلنے کے لئے پانچ لاکھ مرزا پیچھے چھوڑ گئے ہیں - جس سے دشمن پر یہ واضح کرنا مقصود تھا - کہ مسیح موعود زندہ ہیں - اور ان کا کام جاری رہیگا -

حضرت مولانا نور الدین : حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے وقت لوگوں کے ہوش و حواس پر اثر تھا - اور جماعت احمدیہ کو بے انتہا صدمہ تھا - لیکن جو شخص اس وقت صبر و وقار سے کام لیکر جماعت کی تسکین کا باعث تھا - وہ حضرت مولانا حافظ نور الدین رضی اللہ عنہ تھے - حضرت مولوی محمد سعید صاحب حیدر آبادی بھی ان دنوں لاہور میں موجود تھے - انہوں نے نیز خاکسار اور مولوی حافظ غلام محمد صاحب نے حضرت موصوف کی خدمت میں عرض کیا - کہ حضور ہم سے بیعت لیں - مگر موصوف نے فرمایا - جاؤ اپنا اپنا کام بدستور کرو - اور بیعت کا فیصلہ قادیان جا کر ہوگا - چنانچہ قادیان آکر بیعت ہوئی - اور حضرت مولانا بالاتفاق کل جماعت اور اہل بیت کے اجماع سے خلیفۃ المسیح اول منتخب ہوئے -

میری دیوانگی :- بعض باتیں ایک کیفیت ہوتی ہیں انکا بیان کرنا مشکل ہو جاتا ہے - چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر جو میرے ساتھ گذرا - اس کا ایک پہلو اب دیوانگی معلوم ہوتا ہے - میں فرطِ محبت سے اور دماغ پر اسوقت کے خاص تاثرات کی وجہ سے یقین کر رہا تھا - کہ حضور علیہ السلام قادیان جا کر تیسرے دن زندہ ہو جائیں گے - اور ہر وقت دیکھتا رہا کہ نعش مبارک میں حرکت پیدا ہو - مگر یہ انتظار مایوسی کے ساتھ اسوقت تک جاری رہا - جبتک کہ حضور کو دفن نہ کر دیا - اس کے بعد بھی میں قبر پر سے عالم ربودگی میں مٹھی بھر مٹی اٹھا لایا - اور اسکی طرف دیکھتا ہوا مقبرہ سے آرہا تھا - کہ راستے میں مولانا شیر علی صاحب ملے - انہوں نے فرمایا "یہ کیا ہے"؟ اور انکے اس سوال پر مجھے ہوش آئی - اور میں نے کہا حضرت کی قبر سے مٹی اٹھا لایا ہوں - مولانا موصوف نے فرمایا - "اگر تمہارے جیسے مخلصین مٹی اٹھانے لگیں پھر تو ہڈیوں کا بھی احترام نہ رہیگا" اور میں نے مٹی کو زمین پر پھینک دیا :

خلاصہ :- ۲۶ مئی کا دن مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں ہم پر یہ واضح کرتا ہے - کہ (۱) مسیح موعود کا وصال اپنا کام ختم کر چکنے کے بعد ہوا - (۲) حضور کا وصال جیسا کہ میری شہادت اور ڈاکٹر کے سرٹیفکیٹ سے ظاہر ہے کسی متعدی مرض سے نہیں ہوا - (۳) مسیح موعود کی وفات پر پہلا اجماع اور قلوب کا قدرتی میلان اس طرف تھا کہ خلافت ہو - اور خلیفہ اول حضرت مولانا نور الدین ہوں - اسی پر اجماع ہوا اور اسی پر عمل - (۴) دشمنوں کو خیال تھا - کہ اب سلسلہ عالیہ احمدیہ

بقیہ صفحہ ۱۳

چائے اور لسی ایک ہی وقت میں اگر کوئی کہتا - تو اُسے استعمال فرما لیتے -

سید امیر علی شاہ صاحب مرحوم یا ان جیسا کوئی اور ملہم اپنے الہامات سنانا چاہتا - تو حضرت نہایت اطمینان سے ان کے غیر متناہی سلسلہ الہامات کو سنتے رہتے -

العرض حضرت کو اللہ تعالےٰ نے ایسا ماننے والا دل عطا فرمایا تھا - کہ اُس کے اندر کسی دوست کی بات کو رد کرنے کا خانہ ہی نہیں بنا تھا - اس کیفیت کو اگر مثال سے بیان کیا جائے - تو یوں کہا جا سکتا ہے - کہ مستعدی کے لحاظ سے حضرت اتنی جلدی بات مانتے تھے جس طرح کوئی چست خادم اپنے آقا کا حکم مانتا ہے - اور کسی بات کو درست سمجھنے کے لحاظ سے اسی طرح مانتے تھے - جس طرح کوئی معصوم بچہ کسی کی بات بلاحیل و حجت مانتا چلا جاتا ہے :

اللّٰھمّ بارک وسلّم علی محمّدٍ وّعلیٰ اٰلِ محمّدٍ وّ علیٰ خلفائہٖ

شاہنامۂ احمدیّت کا ایک شہ پارہ

باب چہارم

حضرت خاتم الاولیاء فی حُلل الانبیاء

ولادت باسعادت

قمر اجنالوی

ازل سے اک مسیحائی کا دن مرقوم قسمت تھا
مسلمانانِ عالم کے لئے جو یومِ رحمت تھا

مقدّر تھا کہ ختم المرسلیں تشریف لے جائیں
مشیت تھی کہ اُن کے بعد ختمِ اولیاء آئیں

زمانہ منتظر بیٹھا تھا ہے وقتِ مسیحانہ
کہ پھر آباد ہونا تھا خدا کا پاک میخانہ

بنے جاتے تھے دلکش سب گلستانوں کے نظّارے
ہوائیں عیش کی بھرتی تھیں طرّارے پہ طرّارے

زمیں پر ابرِ رحمت پھول بن بن کر برستا تھا
مگر ابلیس رحمت دیکھکر ڈرتا - لرزتا تھا

ہمالہ کی بلندی پر نشانِ حق جو لہرایا
یہ تھا رُعبِ جہانگیری جُھکا ہندوستاں سارا

یہ کس امید پر سارا جہاں قربان ہوتا تھا
یہ کس آمد پہ استقبال کا سامان ہوتا تھا

زمیں اُٹھ اُٹھ کے بنتی جا رہی تھی کس کے آنے پر
قمر جھک جُھک کے سجدے کر رہا تھا آستانے پر

تھا سب کچھ ایک دن پیشِ جوان فاطمیؑ ہونا
مقدّر میں لکھا تھا نذرِ نسلِ فارسی ہونا

وہ دن آیا کہ جس کے واسطے بے تاب تھے ذرّے
وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے قرآن کے وعدے

وہ دن جس کے لئے قدسی فرشتے گیت گاتے تھے
وہ دن جس کو کہ سُنکر بدگماں سب کانپ جاتے تھے

وہ دن جس کے لئے بے تاب تھے عالم کے نظّارے
وہ دن جس کے لئے زندہ یہ جنّ وانس تھے سارے

وہ دن جس کو محمدؐ کی مناجاتوں نے پالا تھا
وہ دن جسکو کہ مل کر چاندنی راتوں نے پالا تھا

وہ دن جس کے لئے شمس و قمر حیران پھرتے تھے
وہ جس کے دیکھنے کے واسطے تارے چمکتے تھے

وہ دن جس کے لئے گذری تھیں تیرہ صدیاں بالآخر
وہ جس کی راہ تکتا آسماں پر مہر تھا آ کر

وہ دن جس پر کہ یہ لیلائے شب قربان ہوتی تھی
وہ جس کے زیر سایہ ملکۂ ایمان سوتی تھی

وہ دن کہ دیکھنے کو جس کے کائنات تھی باقی
وہ جس کے فیض سے دنیا میں مخلوقات تھی باقی

وہ دن جس کے لئے تھی گردشِ ایام دنیا میں
بدلتے رنگ تھے جس کے لئے سب کام دنیا میں

(ے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فاطمی اور فارسی خون کی آمیزش سے پیدا ہوئے تھے ۔ حیاۃ النبی جلد اول ص۱۵)

وہ دن جس کے لئے مٹی گل افشاں ہوتی جاتی تھی — بہار جاوداں نذر گلستاں ہوتی جاتی تھی

وہ دن جس نے مسرت کے بجایا آ کے باجوں کو — بچایا آ کے جس نے ملتِ احمدؐ کی لاجوں کو

وہ دن تھی منحصر جس پر کہ تکمیلِ مسیحائی — ہوئی صبح صداقت اور مبارک وہ گھڑی آئی

اندھیری رات میں پردے اُٹھے صبحِ صداقت کے
نظارے خود کئے چشمِ فلک نے شانِ رحمت کے

ندا ہاتف نے دی ارضِ حرم کے رہنے والوں کو — پکارا جوش میں رنج و الم کے سہنے والوں کو

کہ اے انساں! بسرِ نو بحر و بر آباد ہوتے ہیں — ترے اُجڑے ہوئے ویران گھر آباد ہوتے ہیں

تری قسمت پہ قسمت آسماں کی رشک کرتی ہے — تری بگڑی ہوئی تقدیر بنتی ہے، سنورتی ہے

پھلیں، پھولیں گے باغِ کُن میں کُن اب رحمان کے پودے — ہوئے جاتے ہیں تازہ آج پھر ایمان کے پودے

مبارک ہو یتیموں، غمگساروں، حق پسندوں کو — مبارک بے کسوں، آفت نصیبوں، دردمندوں کو

مبارک غم کے ماروں کو، غریبوں کو، ضعیفوں کو — زمیں کے بستروں پر لوٹنے والے مریضوں کو

مبارک ہو کہ اس دنیا میں پھر آرام آ پہونچا — مبارک میکشوں کو ساقیٔ اسلام آ پہونچا

مبارک ہو مسیح دوسرا تشریف لے آئے — لباسِ میرزا میں مصطفےٰ تشریف لے آئے

سراپا رحمتِ باری مجسم شانِ ربانی
کتاب نور بن کر آ گئے محبوب سبحانی

مسرت سے تلاطم آ گیا اک بحرِ ہستی میں — صداقت کی ہوائیں چل گئیں ہر ایک بستی میں

چلی بادِ بہاری گلشنِ عالم میں دوبارہ — طفیلِ جلوہ آرائی زمرد بن گیا سبزہ

مسلط شادمانی ہو گئی ایواں سراؤں میں — صداقت چھا گئی باطل کے دیوی دیوتاؤں میں

صدائے شادمانی آ رہی تھی جوئباروں میں
نکلتے تھے یہ نغمے بربطِ انجم کی تاروں میں

مُبارک باد

تجھے اے مرتضیٰ! یہ نورِ یزدانی مبارک ہو — گلستانِ محمدؐ میں بہار آنی مبارک ہو

مبارک ہو کہ بزمِ کُن میں حق نے چن لیا تجھکو — خدا کی مہربانی، طفلِ لاثانی مبارک ہو

بشارت دو شفایابی کی اب دیں کے مریضوں کو — شفا کے میکدے کا جامِ عرفانی مبارک ہو

اسی سے ہوں گے دنیا میں ترے اب مرتبے بالے — بصد فضل و کرم یہ ظلِّ رحمانی مبارک ہو

نسیمِ روح زا چلنے لگی پھر باغِ عالم میں — مسلمانوں میں بھی آئی مسلمانی مبارک ہو

مبارک ہو مسیحِ وقت کی تشریف ارزانی
مبارک ہو مسلمانوں میں تجدیدِ مسلمانی

گذشتہ سال اوائل موسم گرما میں بہ تقریب جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ بھاگلپور (بہار) مجھے بھاگلپور جانے کا موقع ملا۔ مکرم مولوی عبد الغفور صاحب فاضل مبلغ جماعت احمدیہ جو ان دنوں موسنی بنی متعین تھے۔ بشمولیت جلسہ مذکورہ میرے پہنچنے سے قبل بھاگلپور تشریف فرما تھے۔ ایام جلسہ میں نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے مجھے اطلاع ملی۔ کہ بھاگلپور کے جلسہ سے فراغت کے بعد ٹاٹا نگر جمشید پور چلا جاؤں۔ کیونکہ وہاں کے احمدی احباب اپنے ہاں تبلیغی جلسہ کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ اخویم مولوی عبد الغفور صاحب فاضل کو موسنی بنی جانا تھا۔ اس لئے ہم دونوں اکٹھے ٹاٹا نگر پہنچ گئے۔ دو دن شہر میں تبلیغی جلسہ کے ذریعہ لوگوں تک پیغام حق پہنچایا گیا۔ ازاں بعد مولوی صاحب موصوف نے فرمایا۔ کہ آج کل موسنی بنی مائنز میں کام کرنے والوں نے عام ہڑتال کر رکھی ہے۔ اور صرف احمدی نوجوان جن کی تعداد پچاس ساٹھ کے قریب ہوگی، تمام کام چلا رہے ہیں۔ بلکہ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ فتنہ اندازی کے بغیر کارخانہ کے مالکوں اور مزدوروں میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے۔ اس لئے اگر ہم دونوں وہاں پہنچکر چند روز پوری سرگرمی سے کام کریں۔ تو حالات رو باصلاح ہو سکتے ہیں۔ نیز کارخانہ کے ارباب حل و عقد چونکہ انگریز عیسائی ہیں۔ اس لئے جب انہیں یہ معلوم ہوگا۔ کہ آپ حال ہی میں فلسطین میں موجودہ شورش و ہنگامہ آرائی کے باوجود۔ تبلیغ اسلام کر کے واپس آئے ہیں۔ تو ان پر ہماری دینی سرگرمیوں کا بہت عمدہ اثر ہوگا۔ اس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ لوگ تحریک احمدیت کے بارہ میں بیش از پیش دلچسپی ظاہر کریں۔ اور ہم کما حقہٗ انہیں پیغام حق پہنچانے میں کامیاب ہو سکیں۔

ٹاٹا نگر سے موسنی بنی کچھ دور نہیں۔ اس لئے گو یہ جگہ میرے تبلیغی دورہ میں شامل نہ تھی۔ تاہم غیر معمولی حالات کے پیش نظر میں نے مناسب سمجھا۔ کہ ایک دو روز کے لئے وہاں چلا جاؤں۔ چنانچہ وہاں پہنچکر کمپنی کے مالکوں نیز دوسرے لوگوں سے مل کر تبلیغ احمدیت کی گئی۔ ہر رات عام جلسہ کر کے صلح و آشتی اور تقوی کی تلقین کی جاتی رہی۔ آخر دو تین روز کے بعد میں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ مگر احباب جماعت احمدیہ نیز مولوی صاحب موصوف کسی نہ کسی طرح ٹال دیتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک ہفتہ گذر گیا۔ چونکہ میرا تبلیغی پروگرام پہلے ہی بہت لمبا تھا۔ اس لئے میں نے موسنی بنی میں زیادہ ٹھہرنا غیر مناسب جانا۔ مگر وہاں کے دوست اور مولوی صاحب موصوف ہیں۔ کہ مجھے چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ میں نے ہر چند سمجھایا۔ اپنی معذوریاں اور مجبوریاں ان کے سامنے رکھیں، لیکن بے سود۔ اس انجماد کو دیکھکر میں نے دل میں فیصلہ کر لیا۔ کہ خواہ کچھ ہو، مجھے کل ضرور واپس جانا ہوگا۔ چنانچہ جب وقت آیا۔ میں اپنا سامان وغیرہ چھوڑ چھاڑ وہاں سے چل دیا۔ اور یہ بھی پروا نہ کی۔ کہ ہزاروں ہڑتالی جو کارخانہ سے باہر گروہ در گروہ صرف اس انتظار میں بیٹھے رہتے۔ کہ کارخانہ میں جانے والے یا اس سے باہر نکلنے والے ہر شریف آدمی کی پگڑی اچھال دیں۔ اور اس کی بے عزتی کر دیں، مجھ پر حملہ کر دیں گے خیر! میں کارخانہ سے نکلا، اور پیادہ پا سڑک پر چلنے لگا۔ اب ہمارے احمدی دوستوں کو یقین کرنا پڑا۔ کہ اب یہ نہیں رک سکتا۔ اس لئے ایک صاحب کار لے کر میرے تعاقب میں روانہ ہو پڑے۔ اور قریباً ایک فرلانگ پر مجھے جا لیا۔ میں موٹر میں سوار ہوا۔ اور ایک آن کی آن میں موسنی بنی ریلوے سٹیشن پر پہنچ گیا۔ گاڑی آئی۔ سوار ہوا اور چند منٹوں کے اندر اندر ٹاٹا نگر جمشید پور آ پہنچا۔ یہاں کے احمدی احباب نے ایک مذہبی کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ جس میں مختلف الخیال نمائندے اپنے اپنے مذہب کے رو سے کسی ایک ہی مضمون پر اظہار رائے کریں۔ تاکہ پبلک کو مختلف عقائد میں موازنہ کا موقعہ مل سکے۔ ابھی یہ تجاویز ہو ہی رہی تھیں۔ کہ مولوی عبد الغفور صاحب کا ایک پیامبر آ پہنچا۔ جس نے مولوی صاحب موصوف کا ایک خط بنام خاکسار اور ایک تار آمدہ از قادیان ہمارے ہاتھ میں دے دیا۔ تار کا خلاصہ مضمون یہ تھا۔ کہ ہم دونوں (خاکسار اور مولوی عبد الغفور صاحب) کٹک احمدیہ کانفرنس میں ضرور شامل ہوں۔ اور مولوی صاحب کے خط کا خلاصہ مضمون یہ تھا۔ کہ ہم نے آپ کو موسنی بنی میں روکنے کی از حد کوشش کی، مگر آپ نہ ٹھہرے۔ اب مرکز کے تار کے مطابق ہمیں جلد از جلد کٹک پہنچنا ہے۔ چنانچہ میں آج ہی روانہ ہو رہا ہوں۔ آپ بھی بدیدن تار و خط چلے آئیں۔ میں کھڑگ پور میں آپ کا انتظار کرونگا۔ تاکہ وہاں سے اکٹھے کٹک جا سکیں۔

میں نے کٹک کے لئے تیاری شروع کی۔ تو احباب جماعت نے فرمایا۔ آج جمعہ ہے۔ اسی لئے آپ جمعہ پڑھا کر رات کی گاڑی سے روانہ ہو جائیں۔ میں نے ہر چند کوشش کی۔ کہ جمعہ کھڑگ پور پہنچکر پڑھوں، ورنہ مولوی صاحب موصوف کو پریشانی ہوگی۔ اور زحمتِ انتظار کھینچنا پڑے گی۔ مگر دوستوں نے اپنا اصرار جاری رکھا۔ اور کہا کہ جب آپ جمعہ سے پہلے کھڑگ پور نہ پہنچیں گے۔ تو مولوی صاحب ضرور رات کی گاڑی کا انتظار کریں گے۔

آخر جمعہ وہیں پڑھنا پڑا۔ اور جب قریباً دس بجے رات کا وقت ہوا۔ تو کھڑگ پور جانیوالی گاڑی میں سوار ہو کر عازم کٹک ہو گیا۔ مگر کھڑگ پور پہنچ کر معلوم ہوا۔ کہ مولوی عبد الغفور صاحب چونکہ جماعت احمدیہ کٹک کو تار دے چکے تھے۔ کہ آپ فلاں گاڑی سے وہاں پہنچیں گے۔ اس لئے وہ میری گاڑی کا انتظار نہ کر سکے۔ آخر میں نے گاڑی بدلی، اور اگلے روز دو تین بجے دن کے قریب کٹک پہنچ گیا۔

مولوی عبد الغفور صاحب نے مجھے دیکھا۔ تو ہنس کر فرمایا، کہ آپ تو ناراض ہو کر چلے گئے تھے لیکن آخر ہم نے آپ کو بلا ہی لیا۔ میں نے کہا مرکز کی ہدایت کے مطابق تو میں ہر طرح حاضر ہوں۔ اور ہر جگہ جانے کے لئے تیار، مگر خود بخود کسی جگہ ہفتہ عشرہ ٹھہر جانا ہمیں زیبا نہیں۔ اگر آپ موسنی بنی قیام کے لئے مرکز سے ہدایت منگوا لیتے، تو مجھے وہاں ٹھہرنے میں کیا عذر ہو سکتا تھا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اصل میں آپ کو وہاں روکنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ مکرم جناب مولوی عبد الستار صاحب پراونشل امیر صوبہ اڑیسہ نے مجھے خط لکھا تھا۔ کہ چند روز تک کٹک میں احمدیہ کانفرنس ہونے والی ہے۔ جس میں میری شمولیت ضروری ہے۔ اس کے جواب میں میں نے انہیں خط لکھا۔ کہ موسنی بنی کے حالات نازک سے نازک تر ہو رہے ہیں۔ اس لئے میرا اسے چھوڑنا موزون نہیں۔ لیکن آپ مطلع رہیں۔ کہ آج کل محمد سلیم بسلسلہ تبلیغ میرے پاس مقیم ہے۔ اگر آپ مرکز میں تار دیکر اس کے لئے منظوری حاصل کر لیں، تو عین مفید ہوگا۔ چنانچہ امیر صاحب موصوف کی کوشش کے نتیجہ میں مرکز کا وہ تار پہنچ گیا، جس میں ہم دونوں کو کٹک کانفرنس میں شمولیت کی ہدایت دی گئی ہے۔ لیکن آپ اس تار کے پہنچنے سے پہلے پہلے ٹاٹا نگر واپس ہو گئے۔

احمدیہ کانفرنس کے انعقاد میں ابھی تین چار روز باقی تھے۔ اس عرصہ میں جناب مولوی عبد الستار صاحب پراونشل امیر نے اپنے بڑے صاحبزادے عبد المنان صاحب کی شادی کا انتظام فرمایا تھا۔

23

آپ نے ہم دونوں (مولوی عبدالغفور صاحب اور خاکسار) سے خواہش کی - کہ اس برات میں شامل ہوں - چنانچہ ہم دیگر مہمانوں کے ہمراہ براتی بن کٹک ریلوے سٹیشن سے بھبنیسر ریلوے سٹیشن کے لئے روانہ ہوگئے - وہاں پہنچکر بیل گاڑیوں میں سوار ہو منزل مقصود کا رُخ کیا - رستہ اچھا نہ ہونے کی وجہ سے نیز اس وجہ سے کہ بیل زیادہ تیز نہیں چل سکتے - راستہ میں رات نے آلیا - اور جب بھوک نے خوب ستانا شروع کیا ، تو ہم نے ایک جگہ ڈیرے ڈال دئے - کوئی لکڑیاں لایا تو کوئی پانی - اور کوئی برتن صاف کرنے میں مشغول ہوا ، تو کوئی آگ جلانے میں - چنانچہ خاکسار اور مولوی عبدالغفور صاحب نے چاول پکانا اپنے ذمہ لیا -

کافی رات گئے سب لوگ کھانے پینے سے فارغ ہوئے - ازاں بعد بیل گاڑیوں میں سوار ہو آگے چلے - نصف شب کا وقت ہوگا - جبکہ ہم وسط جنگل میں پہنچے - سخت تاریکی تھی - اور سیلاب باد و باران - تند ہوا ہماری گاڑیوں کو ہلا ہلا دیتی تھی - موسم گرما کے باوجود تیز بارش اور تند ہوا نے بے حد خنکی پیدا کردی - سب ٹھٹھرے جارہے تھے - مزید برآں زلزلہ کا جھٹکہ ، سخت کیچڑ اور دلدل کے باعث بیل چلنے سے رہ گئے - گاڑیاں کھڑی ہیں اور سب سواریاں ان کے اندر دبکی ہوئیں - آخر خدا خدا کرکے طوفان تھما - بیلوں کو ہوش آیا ، اور ہم آہستہ آہستہ آگے چلنے لگے - انجام کار گرتے پڑتے - اُٹھتے بیٹھتے اگلے روز ظہر کے قریب پدنپدہ جا پہنچے -

سفر کے مارے ، تھکے ماندے کچھ سستانے کے بعد نہانے دھونے کی تیاریاں کرنے لگے - میں نہاکر فارغ ہوا تو دیکھا - کہ دو احمدی ذرا پرے کھڑے سرگوشیاں سی کر رہے ہیں - میں نے توجہ نہ دی - مگر جب مولوی عبدالغفور صاحب نے انہیں دیکھا - تو دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے ؟ پہلے تو انہوں نے ٹالنا چاہا - مگر آخر کہنے لگے - کہ ہم چاہتے ہیں - پہلے سب مہمانوں کو کھانا کھلا دیا جائے - اور بعد میں عقد پڑھا جائے - ورنہ اگر پہلے نکاح ہوا - تو تیاری اور خطبہ کے باعث بہت دیر ہو جائے گی - کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا - اور یوں بھی مہمانوں کو بہت دیر تک بھوکا رہنا پڑے گا - مولوی صاحب نے فرمایا - یہ کوئی ایسی بات نہیں - جس کے لئے آپ پریشان ہیں - آپ کو جس طرح سہولت ہو کام کریں - ہمیں آپ کی آسانی زیادہ مدنظر ہے -

پہلے تو ہمیں معلوم نہ تھا - مگر براتیوں کی محفل پہنچے - تو معلوم ہوا - کہ ان علاقوں میں عقد نکاح سے پہلے کھانا کھانا سخت معیوب ہے - چنانچہ بعض براتیوں نے صاف کہہ دیا - کہ عقد نکاح سے پہلے وہ کھانا نہیں کھا سکتے - ہم نے ہر چند انہیں سمجھایا - مولوی عبدالستار صاحب پراونشل امیر نے بھی نصیحت فرمائی - کہ منتظمین کی آسانی کا خیال رکھنا ضروری ہے - بلکہ ہمیں خود ان کی ہر طرح امداد کرنا چاہیئے - مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا -

کھانے کا انتظام ہوگیا - تو منتظمین نے فرمایا - کہ کھانا تیار ہے - اور ہم اُٹھ کر کھانے کے کمرے میں چلے گئے - مگر بعض براتی اپنی جگہ پر بدستور بیٹھے رہے - انہیں کھانے میں شریک کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش بروئے کار لائی گئی - مگر کچھ اثر نہ ہوا -

کھانے کے بعد مولوی عبدالغفور صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا - اور اس سے متعلق جملہ کوائف ادا فرمائے مگر وہ لوگ جو ہمارے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوئے تھے - اپنی اپنی جگہ غم و غصہ میں بھرے بیٹھے رہے - جبکہ پند و نصیحت کے مقابلہ میں بعض ایسی باتیں بھی کہہ گئے - جو ان کے لئے زیبا نہ تھیں - شام ہوئی تو شام کے کھانے میں بھی شریک نہ ہوئے - بلکہ اس کوشش میں لگے رہے - کہ انہیں کوئی بیل گاڑی میسر آجائے - تو اسی وقت واپس چلے جائیں لیکن ان کی یہ سعی بار آور نہ ہوئی - البتہ دوسرے روز علی الصبح واپس روانہ ہوگئے -

دوپہر کے قریب میزبانوں نے ہمیں فارغ کیا - اور ہم گاڑیوں میں سوار ہو واپس لوٹے - جس گاڑی پر خاکسار اور مولوی عبدالغفور صاحب سوار ہوئے - اس کا ایک بیل بار بار بیٹھ جاتا - آخر اس گاڑی کو سامان سے بالکل خالی کر دیا گیا - مگر پھر بھی وہ بیل چلنے کیلئے تیار نہ ہوا - ہوتے ہوتے راستہ میں پھر رات ہوگئی اور ہم نے حسب سابق مختلف کام مختلف لوگوں کے سپرد کرکے کھانا پکانے کی تیاری کی - کھانا پک رہا تھا - کہ گھٹا ٹوپ بادل چھا گیا - تیز و تند آندھی کے آثار ظاہر ہونے لگے - لیکن خدا تعالےٰ کے فضل سے ع

"رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گذشت" - البتہ وہ لوگ جو ناراض ہوکر ہم سے پہلے جا چکے تھے - انہیں اس طوفان سے ضرور دوچار ہونا پڑا -

کھانا کھانے کے بعد روانگی عمل میں آئی - رات بھر چلتے رہے - صبح صادق کے وقت ایک ندی پر پہنچے - جہاں غسل کیا اور نماز فجر ادا کی - صبح کا سہانا وقت تھا - ہم نے پیدل چلنا شروع کیا - مولوی عبدالستار صاحب موصوف کی بندوق ہمارے پاس تھی - نیز مولوی عبدالغفور صاحب فاضل کی غلیل بھی - مولوی عبدالغفور صاحب نے ایک فلائنگ شاٹ کیا جو نشانہ پر بیٹھا - چلتے چلتے ایک ایسی جگہ آگئی - جہاں سے ایک راستہ ریلوے سٹیشن کو چلا گیا ہے - اور دوسرا شہر کو - ہماری رفاقت میں کیرنگ کے چند نوجوان انصار اللہ تھے - جنہوں نے اصرار کیا - کہ اس شہر کا تالاب جس کا نام تھا بندوساگر ضرور دیکھ لیا جائے - جیسے بس کے بعد مولوی عبدالستار صاحب موصوف نیز دیگر چند احمدی مرد و زن بیل گاڑیوں میں سیدھے سٹیشن کی طرف چل دئے - اور ہم دونوں (خاکسار اور مولوی عبدالغفور صاحب) نے بہمراہی انصار اللہ تالاب کا رخ کیا - ہم دونوں سیڑھیوں سے اتر کر تالاب کے پانی تک گئے - اس وقت کوئی سات بجے کا عمل ہوگا - ہندو سورج پرستی کر رہے تھے -

ہم ان کے ساتھیوں سے بحث و مباحثہ ایسی گفتگو کرتے ہوئے وہاں کا بڑا مندر دیکھنے چلے گئے - وہاں سے فارغ ہو کر سٹیشن پر پہنچے - تو دیکھا کہ مولوی عبدالستار صاحب موصوف مسافر خانہ سے باہر کھڑے ہمارے منتظر ہیں - ہمیں دیکھکر فرمانے لگے - مجھے فکر تھا - کہ گاڑی کا وقت قریب ہے اور آپ ابھی آئے نہیں - مبادا آپ رہ جائیں - اور آج ہی شام کو کٹک میں احمدیہ کانفرنس ہے -

گاڑی آئی - ہم سب سوار ہوئے - اور کٹک پہنچ گئے - شام کے وقت کانفرنس ہوئی - جسمیں عہدیداران صوبائی کا انتخاب ہوا - اس کے دوران میں کچھ مقررین نے نسبتاً سخت زبانی سے بھی کام لیا - اس وقت خاکسار نے ایک تقریر کی - جس کے بعد احباب نے باہم صلح و محبت سے صوبائی عہدیداروں کا انتخاب کیا - سب دوستوں سے ملاقات ہوئی - اور بعد ازاں دعا پر جلسہ برخاست ہوا -

کٹک کانفرنس سے فراغت کے بعد میں نے واپسی کا عزم کیا - تو انصار اللہ کیرنگ بضد ہوئے - کہ میں کیرنگ ضرور چلوں - آخر ان کے اخلاص کے پیش نظر خاکسار بہمراہی مولوی عبدالغفور صاحب کیرنگ پہنچ گیا -

یہ مسلسل واقعات اس لئے بیان کئے گئے ہیں - تاکہ ناظرین الحکم - اصل پیشگوئی کو آسانی سمجھ سکیں اور اس کی مختلف شقیں سہولت کے ساتھ بیان کردہ واقعات پر چسپاں کر سکیں -

یہ پیشگوئی بلاشبہ خدا تعالےٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا تازہ اور زندہ نشان ہے - مبارک ہیں وے جو اس سے فائدہ حاصل کریں

کیرنگ کے قریب ایک گاؤں میں ایک ہندو سے پانصد سالہ پرانی کتاب "مالیکا" نام دستیاب ہوئی - جو اُڑیہ زبان میں بھوج پتر پر لکھی ہوئی ہے - اور ہندوؤں کے پاس ہے ہمیں کچھ معلوم نہ تھا - کہ اس کے اندر کیا لکھا ہے اور کیا نہیں - ایک دوست نے پڑھنا شروع کیا - اور دوسرا اردو میں اس کا ترجمہ کرنے لگا - پہلے تو میں نے کچھ خیال نہ کیا - لیکن جب اس نے ایسا ترجمہ کیا - جس کا مفہوم یہ تھا - کہ نِہہ کلنک اوتار مغل ہوگا - اور اڑیسہ کے شمال مغرب میں ہوگا - تو میں سب کام چھوڑ چھاڑ ہمہ تن گوش ہوگیا -

۱ - اس کتاب میں لکھا تھا - کہ کلجگ میں ایسا ہوگا ایسا ہوگا اور پھر اڑیسہ کے شمال مغرب میں نِہہ کلنک اوتار ظاہر ہوگا -

ہم نے نقشہ دیکھا - تو معلوم ہوا - کہ قادیان کی بستی کٹک کے عین شمال مغرب میں واقع ہے -

۲ - نِہہ کلنک اوتار کے شاگردان خاص میں سے دو بھائی اڑیسہ پہنچیں گے - جن کو خاص طور پر وہاں بھجوایا جائے گا -

میں نے مولوی عبدالغفور صاحب کی طرف دیکھا -

اور آپ نے میری طرف۔ اور ہماری روحیں خدا کی حمد و ثناء سے لبریز ہو گئیں۔ ہمیں نظارت متعلقہ نے بذریعہ تار کٹک بھجوایا تھا۔

۳۔ وہ دونوں بھائی مختلف سمتوں سے آکر اڑیسہ میں ملیں گے۔

اللہ اللہ! کس قدر بلند و بالا ہے خدا کی ہستی۔ ہم دونوں موسیٰ نبی میں تھے۔ اگر اس وقت نارمل جاتا یا میں ٹاٹا نگر سے چل کر کھڑگ پور میں مولوی صاحب موصوف کو بلا لیتا، تو ہم اکٹھے اڑیسہ میں داخل ہوتے۔ حالانکہ پیشگوئی میں لکھا تھا۔ کہ وہ دونوں شاگرد علیحدہ علیحدہ داخل اڑیسہ ہوں گے۔ اور وہاں پہنچ کر ان کی ملاقات ہوگی۔

۴۔ نہہ کلنک اوتار نے ان دونوں شاگردوں کو سات دن تک تعلیم دی ہوگی۔

خدا کی شان ہے کہ میں نے پورے سات سال میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا۔ اور اسی طرح مولوی عبد الغفور صاحب نے بھی۔ ورنہ بظاہر گو یہ ایسا ہے۔ کہ سات سال کے اندر مولوی فاضل کا امتحان پاس نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ ان کو ایسے رنگ میں تعلیم دی گئی ہوگی۔ کہ دنیا کا بڑے سے بڑا فلاسفر اعتراض کر کے دیکھ لے وہ کافی و شافی جواب دیں گے۔

بلا شبہ احمدیہ دلائل کا جواب کسی کے پاس نہیں۔

۶۔ ان کے ہاتھ میں ایک کمان ہوگی۔

مولوی عبد الغفور صاحب کی غلیل میرے پاس تھی۔

۷۔ نیز بارہ ہاتھ لمبی تلوار ان کے پاس ہوگی۔

اس سے مراد یقیناً وہ بندوق ہے۔ جو مولوی عبد الستار صاحب کی تھی۔ اور جس سے ہم نے شکار کیا اسے کہتے ہیں۔ ڈبل بور شارٹ گن

۸۔ ان کا کوئی نشانہ خطا نہ جائے گا۔

خدا تعالےٰ کے فضل سے ہمارا کوئی نشانہ خطا نہ گیا۔ حتیٰ کہ پانی میں تیرتے ہوئے سانپ پر مولوی عبد الغفور صاحب نے غلیل کا نشانہ لگایا۔ تو وہ بھی فوراً مر گیا۔

۹۔ وہ رتھوں میں سوار ہو کر بندو ساگر تالاب دیکھنے کے لئے جائیں گے۔ لیکن جب تالاب کی طرف روانہ ہوں گے پیدل ہوں گے۔

اس کے متعلق اوپر لکھا جا چکا ہے۔

۱۰۔ ان کے ہمراہ تیرہ ساتھی ہوں گے۔

خدا شاہد ہے۔ کہ ہمارے ساتھ صرف تیرہ ساتھی تھے۔ ہم خوش ہیں۔ کہ بعض براتی ناراض ہو کر ہم سے جدا ہو گئے تھے۔ ورنہ ہمارے ساتھی تیرہ سے بہت زیادہ ہو جاتے۔ نیز ایک تلوار کی بجائے دو تلواریں ہو جاتیں۔ کیونکہ ناراض ہونے والوں میں سے ایک صاحب کے پاس اپنی بندوق بھی تھی۔

۱۱۔ وہ جب بندو ساگر تالاب دیکھنے کے لئے جائیں گے۔ تب ان کے ہمراہ تیرہ ساتھی نہیں ہونگے۔ بلکہ تیرہ میں سے صرف ایک حصہ انکے ساتھ جائے گا۔

اس کے متعلق بھی اوپر لکھ چکا ہوں۔

۱۲۔ وہ سات بجے دن بندو ساگر تالاب پر پہنچیں گے۔

اللہ اللہ! کس قدر عظیم الشان ہے یہ نشان جو خدا نے اپنے مسیح موعود کی سچائی کے لئے ظاہر فرمایا۔

۱۳۔ جب وہ سٹیشن پر پہنچیں گے۔ تو وشوامتر ان کا انتظار کر رہا ہوگا۔ پھر وہ بارہ بجے کے قریب گھوڑے پر سوار ہوں گے۔

ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ جب ہم سٹیشن پر پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ مولوی عبد الستار صاحب پراونشل امیر ہمارے انتظار میں کھڑے ہیں۔ یقیناً آپ ہی کا نام وشوامتر رکھا گیا ہے۔ اور گھوڑے سے مراد ریل گاڑی۔ جو غالباً ساڑھے گیارہ بجے کٹک کیلئے بھنبیسر سے چھوٹتی ہے۔

۱۴۔ جب وہ کٹک میں پہنچیں گے تو پدم جنگل میں ٹھہریں گے۔ جہاں سارے صوبے کے بھگت ان کے پاس آئیں گے۔ ان سے ہاتھ ملائیں گے، اور ان سے سکھشا حاصل کریں گے۔

اس کے متعلق صرف اتنا بیان کرنا باقی ہے کہ احمدیہ دار التبلیغ کٹک کے متصل ایک جگہ ہے۔ جس کا نام ہے "قدم" بہت ممکن ہے۔ کہ کسی زمانہ میں اس کا نام "پدم" ہی ہو۔ مگر مرور زمانہ سے "قدم" مشہور ہو گیا ہو۔

نیز تحقیقات پر معلوم ہوا۔ کہ جہاں احمدیہ دار التبلیغ قائم ہے۔ وہاں بالکل ویرانہ اور جنگل ہوتا تھا۔ یاد رہے کہ احمدیہ دار التبلیغ کٹک شہر کے ایک سرے پر واقعہ ہے۔

اڑیسہ کے بھگتوں کا ہم سے ملنا اور تعلیم لینا وغیرہ کے متعلق اوپر بیان ہو چکا ہے۔

اس زمانہ میں " " اڑیسہ کی راجدھانی ہوگا۔

چنانچہ اڑیسہ کونسل میں اسے راجدھانی بنانے کے لئے کوشش ہو رہی ہے۔ اور یہ بھی کوشش ہے۔ کہ کٹک دار السلطنت توڑ دیا جائے۔

۱۵۔ اس کتاب میں ایک سمت لکھا ہے جو سن چوالیس عیسوی میں ختم ہوتا ہے۔ لکھا ہے کہ اس عرصہ میں نہہ کلنک اوتار اڑیسہ فتح کرے گا

خدا جانے اس فتح سے کیا مراد ہے۔ اور اس کی نوعیت کیا ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہے۔ کہ ۱۹۴۴ء تک دنیا میں عظیم الشان انقلابات رونما ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

درخواست دُعا

میرا لڑکا محمد ادریس بعارضہ درد نقرس بیمار ہے احباب اُس کی صحت کے لئے دعا فرما کر مجھے ممنون فرماویں۔

خاکسار محمد رمضان انور۔ مدرس و نجواں سابق مدرس اٹھوال

مقولات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی گفتگو کے دوران میں اکثر احادیث اور بعض مقولات بکثرت استعمال فرمایا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض مقولے جو آپ کے استعمال میں آتے رہتے تھے درج ذیل کرتا ہوں۔ ان سے بھی آپ کی سیرت کے بہت سے پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ (ایڈیٹر)

الدّعاء مخ العبادة۔

لایلدغ المومن من جحرٍ واحد مرتین۔

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔

اتّقوا فراست المومن فانّہ ینظر بنور اللہ۔

خدا داری چہ غم داری۔

جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں۔

الاستقامة فوق الکرامة۔

دست در کار دل بایار۔

الاعمال بالنیّات۔

انا عند ظن عبدی بی۔

آنچناں صیقل زند کہ آئینہ نماند۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی۔

ما لا یدرک کلّہ لا یترک کلّہ۔

الطریقة کلّہا اداب۔

ادب تاجیست از لطف الٰہی۔ بہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی۔

جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا۔

۲۱۱

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک معجزہ

مُردہ زندہ کیا گیا

یہ مولانا عبدالرحیم صاحب نیّر کا ذاتی واقعہ ہے اور الحکم کے خاص نمبر کے لئے میری درخواست پر انہوں نے لکھا (ایڈیٹر)

مسیح موعود علیہ السلام کے حضور ایک بیمار کی درخواست

سیدی و مولائی ادام اللہ فیضکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

افسوس کہ میری طبیعت اچھی ہوکر پھر بگڑ جاتی ہے - کل کسی قدر بخار پھر ہوگیا - اور کل تمام دن زور سے کھانسی آتی رہی - رات ایک دفعہ کھانسی آئی - اور پسینہ آیا - صبح سے اب دس بجے تک بڑے زور سے تین دفعہ آچکی ہے - آنکھوں سے پانی نکل پڑتا ہے - سخت تکلیف ہوتی ہے - میرے لئے دعا فرماویں - اور کوئی دوا بھی عنایت کریں - شاید اللہ اسی سے ہی شفا بخشے -

افسوس میں نے کچھ بھی نہیں کیا - میری خواہش تھی - کہ حضور کی مزید کامیابی دیکھوں - خدا معلوم اب میسر آئے گی یا نہیں - خیر میں دعا سے ناامید نہیں - میرے لئے زور سے دعا فرماویں -

عاجز دعا کا سخت محتاج

عبدالرحیم نیّر

بڑی شرم کے ساتھ چار آنے اس خط میں رکھتا ہوں - اور امید ہے - کہ آج اس غریب نادار بیمار کے لئے خاص توجہ سے دعا کی جائے گی ؛

مسیح پاک کا جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

انشاء اللہ میں زور سے دعا کروں گا - اور کوئی دوا بھی تجویز کرونگا - دوسرے تیسرے دن یاد دلاتے رہیں - والسلام

مرزا غلام احمد

السلام علیکم
انشاء اللہ بہت زور سے دعا کروں گا
اور کوئی دوا بھی تجویز کروں گا دوسرے
تیسرے دن یاد دلاتے رہیں
والسلام مرزا غلام احمد

مسیح کے حضور میں دوسرا خط

چند روز کی صحت کے بعد میں پھر بیمار ہوگیا - زکام بخار خفیف کھانسی خشک اب پھر زور پر ہے - سوائے دعا کے کوئی علاج نہیں -

سیدی اس سے قبل مجھے کوئی فکر نہیں تھا - کیونکہ حضور کے قدموں میں آچکا تھا - اور سب سے قطع تعلق کر لیا تھا - مگر اب شادی کرنے سے دو فکر ہوگئے - ایک تو قرض دوسرا بیوی - قرض کی بیباکی کی کوئی صورت ظاہراً سوائے زندگی کے کوئی نہیں دیکھتا - اگرچہ میں ہجرت کے وقت سے ہی خدمات مفوضہ سے بڑھکر خدا کے فضل سے ہی کام کرتا رہا ہوں - ابھی میرے دل میں بہت امیدیں ہیں - اور کچھ اور خدمت کرنا چاہتا ہوں - اللہ کرے - میں حضور کی مزید کامیابی دیکھ سکوں - میری صحت کے لئے دعا فرماویں - مجھے سخت گھبراہٹ ہے - متواتر دعا فرماویں -

عبدالرحیم (نیّر)

مسیح پاک کا جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

انشاء اللہ میں بہت دعا کروں گا - کبھی کبھی صحت تک یاد دلاتے رہیں - کل سے میں بھی درد جگر سے بیمار ہوں - والسلام

السلام علیکم
انشاء اللہ بہت دعا کروں گا کبھی کبھی صحت تک یاد دلاتے رہیں
کل سے میں بھی درد جگر سے بیمار ہوں والسلام
مرزا غلام احمد

معجزہ ــــ ناظرین وہ دق اور سل کا مریض جسکی نسبت کہا جاتا تھا - کہ اس کے پھیپھڑے بالکل خراب ہوگئے ہیں - اور جو ساٹھ روز میں اس دنیا سے رخصت ہوجائیگا - اسکو خدا نے ہاں مسیح موعود کے خدا نے اپنے فرستادہ کی زور سے کی ہوئی بہت سی دعاؤں سے زندگی بخشی - اور اسکے پھیپھڑوں کو وہ طاقت دی - کہ لنڈن میں وہ بولا اور اونچا بولا اور مقابلے پر بولا اور برف پڑتے وقت بولا - پھر وہ افریقہ میں بولا - اور صحرائے اعظم کے کناروں پر گرم ہوائیں چلتے ہوئے اوقات میں بولا - اور اب بولتا ہے اور اونچا بولتا ہے - یہ کس کا اعجاز - یہ کس کا معجزہ ہے - کس نے مردہ کو زندہ کیا ؟ مسیح موعود نے مرزا غلام احمد قادیانی نے -

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی عَبْدِکَ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

مرادم معجزہ ہے ان کے دمِ* ان کی توجہ کا
میں زندہ ہوں اگرچہ قصۂ لاذر ہے افسانہ

* مسیح موعود اور حضرت مولانا حکیم نور الدین ؓ

آہ دُنیا کِسے کاذب قرار دیتی ہے؟

یہ اگر انسان کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
پاک و برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر

ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار
ورنہ اُٹھ جائے اماں پھر سچے ہوویں شرمسار

(مسیح موعود)

الحکم کے سیرت مسیح موعودؑ نمبر کے لئے

مولوی خواجہ خورشید احمد مجاہد سیالکوٹی کے قلم سے

میری حیرانگی کی کوئی حد نہیں رہتی۔ جب میں دیکھتا ہوں۔ کہ دنیا کے کرم اس برگزیدہ خدا کی پاکیزہ زندگی پر جسے زمین و آسمان کے مالک نے اس تاریکی زمانہ میں ہدایت کے لئے آج سے پچاس برس قبل قادیان کی مقدس بستی میں مبعوث فرمایا۔ شرافت اور تہذیب کو بالائے طاق رکھ کر بغیر سوچے سمجھے اعتراض ہی کرتے چلے جاتے ہیں۔

حالانکہ اگر وہ نیک نیتی سے اس پاکباز انسان کی معصومانہ زندگی پر غور کرتے۔ تو واللہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والاصفات پر کسی قسم کے اعتراض کا موقعہ نہ ملتا۔ وہ انسان جو ہر وقت خدا کی یاد میں گذارتا اور اس کے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق کے کوچہ میں ہی اپنے آپ کو سرشار پاتا ہے۔ اس کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اس میں فلاں عیب تھا، فلاں برائی تھی۔ انصاف کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ یقیناً ایسا خیال کرنے والے لوگ خدا تعالےٰ کے حضور جواب دِہ ہوں گے۔

سچی بات یہ ہے۔ کہ قادیان کا بزرگ خود راستباز تھا۔ اور دوسروں کو راستبازی کا لباس پہنانے آیا تھا۔ ہر آن اس کی یہی خواہش تھی۔ کہ دنیا والے کسی نہ کسی طرح آستانہ اُلوہیت پر آ جائیں۔ ناراستی کا بول بالا اور جھوٹے معبودوں کی خدائی کا خاتمہ ہو۔ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے صادق غلام عدل و انصاف کے تخت پر حکومت کریں۔ اور مظلوموں کی مظلومیت کی پُر درد داستانیں سنکر ان کے دُکھے دل کے لئے موجب راحت ہوں۔

آج ہمارا مقدس آقا۔ زمانۂ حاضرہ کا راستباز نبی۔ معصوموں کے سردار اعظم آقائے دوجہان۔ سرورِ کون و مکان، کملی پوش، صاحبِ لولاک، شاہِ مکی و مدنی حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا صادق جانشین گو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ تاہم اسکی پاکیزہ زندگی کو مشاہدہ کرنے والے اور اسکی صحبت پاک میں بیٹھنے والے ابھی سینکڑوں لوگ موجود ہیں۔ جو خدا کے محبوب کے زمانہ کی پیاری باتیں سنانے میں ایک خاص لذت محسوس کرتے ہیں۔ جب ان سے عرض کیا جائے۔ کہ اے ہمارے واجب الاحترام بزرگو! ہم تو بچے ہیں۔ ہماری پیدائش سے کئی برس قبل خدا کا محبوب اس دارِ فانی سے رحلت فرما گیا۔ بتاؤ اس خدا کے پیارے کا چہرہ کیسا تھا۔ لباس کیسا تھا۔ کون سی باتیں اُس نے تمہارے گوش گزار فرمائیں۔ کیونکہ تم وہ خوش قسمت لوگ ہو۔ جنھوں نے خدا کے اس برگزیدہ نبی کا مبارک زمانہ پایا۔

تو خدا کی قسم ان کے چہروں سے خوشی کے آثار ٹپکتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور جب وہ کوئی اس مبارک زمانہ کی بات سنانے لگتے ہیں۔ تو ہمارے دلوں میں بھی خوشی کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا ہم خدا کے پیارے ہی کی زبانِ مبارک سے عالم روحانیت کی دلربا باتیں سن رہے ہیں۔

کچھ دن ہوئے۔ خاکسار بابا خیر الدین صاحب سراج لدھانوی حال دارالرحمت قادیان سے حضرت مسیح پاک کے زمانۂ مبارک کی باتیں سن رہا تھا۔ کہ مجھ پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی۔ اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ دل بے ساختہ پکار اُٹھا۔ کہ آہ دنیا والے ایسے اخلاق کریمہ کے مالک انسان کو کاذب قرار دیتے ہیں۔ کاش! میں حضور کے زمانہ میں ہوتا۔ تو کبھی بھی درِ اقدس سے جدا نہ ہوتا۔

حضرت بابا صاحب نے بیان فرمایا۔ غالباً ۱۹۰۶ء کا ذکر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس علاقہ کشمیر سے ایک شخص آیا۔ جس نے حضور علیہ السلام کے سامنے ایک طرف پندرہ روپے اور دوسری طرف تین پیسے رکھ دئے۔ اور عرض کیا۔ حضور یہ پندرہ روپے میری طرف سے اور تین پیسے ایک بڑھیا عورت کی طرف سے ہیں۔ جب میں کشمیر سے آنے لگا۔ تو میں نے ایک احمدی بڑھیا سے کہا۔ اماں جان میرے لئے دعا فرمانا۔ میں اپنے آقا کے دربر جا رہا ہوں۔ اللہ تعالےٰ مجھے وہاں سلامتی سے پہنچا دے۔

یہ سنکر بڑھیا رونے لگی۔ اور کہا بیٹا میں ایک غریب اور بڑھیا عورت ہوں۔ مجھ سے تو وہاں تک پہنچا نہیں جا سکتا۔ البتہ یہ تین پیسے لے جاؤ، اور حضور کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دینا۔ اور کہنا اے خدا کے پیارے تیری ایک بڑھیا خادمہ نے یہ تین پیسے بھیجے ہیں۔ اور کہا ہے۔ کہ ہے آقا میرے لئے دعا کر۔ کہ اللہ تعالےٰ میرا خاتمہ بالخیر کرے۔ یہ سنتے ہی حضور علیہ السلام نے تین پیسے اٹھا لئے۔ اور دعا میں لگ گئے۔

اے وہ لوگو! جو حضرت احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات بات پر اعتراض کرنے کے عادی ہو۔ للہ اس واقعہ پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے بتاؤ۔ کیا یہ کسی مفتری انسان کے اخلاق ہیں؟ نہیں۔ خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ یقیناً ایسا انسان کاذب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بدفطرت ہے وہ جو ایسے مقدس انسان کو جھوٹا قرار دیتا ہے۔

پھر حضرت مولوی محمد عبد اللہ صاحب بوتالوی سپرنٹنڈنٹ دار الصناعت قادیان نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ غالباً ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے۔ مجھے ایک کاغذ ملا۔ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ام المومنین سلمہا اللہ تعالےٰ نے کچھ تحریر فرمایا تھا۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ ایک دن حضور گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ حضرت ام المومنین سلمہا اللہ تعالےٰ نے باتوں باتوں میں فرمانے لگے۔ آؤ ہم آنکھیں بند کر کے کچھ لکھیں۔ آیا صحیح لکھا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس پر کاغذ لے کر حضرت اماں جان نے دو فقرے لکھے۔ ایک فقرہ تو یہ تھا۔ کہ "مبارک احمد بسکٹ مانگتا ہے"۔ اور دوسرا فقرہ یہ تھا کہ "محمود احمد میرا پیارا بچہ ہے۔ کوئی اسے کچھ نہ کہے"۔ اس کے بعد حضور نے کاغذ لیا۔ اور آنکھیں بند کر کے لکھا۔

"انسان کو چاہیئے۔ کہ ہر وقت خدا سے ڈرتا رہے"

اللہ اللہ! یہ فقرہ کیسا روحانیت سے پُر اور حضور کا خدا کے ساتھ جو تعلق ہے۔ اس کا اظہار کر رہا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کی بناوٹ اور تصنع نہیں۔ جو دل میں آیا۔ حضور علیہ السلام نے لکھ دیا۔ کیا یہی فقرہ اس بات کا بیّن ثبوت نہیں۔ کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ حضرت کا ظاہر کچھ تھا اور باطن کچھ؟

اے خدا کے بندو! اگر یہی بات ہوتی۔ جو تم تحریراً اور تقریراً لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہو تو خدا کے لئے بتاؤ تو سہی۔ ایسا انسان اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب ہو سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔

اے طالبانِ صداقت و متلاشیانِ حق! میں تمہیں اس خدائے جبار و قہار کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ حضرت احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہرگز مفتری انسان نہ تھے۔

دیکھو ناصرہ کی بستی میں پیدا ہونے والا مسیح خدا کا راستباز نبی اپنی کتاب انجیل نامی میں فرماتا ہے۔ کہ "درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے"۔ جب تم لوگ اس بات کے خود معترف ہو۔ کہ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام پر ایمان لانیوالے لوگ پہلے کی نسبت بہت زیادہ شریف۔ خدا تعالیٰ سے ڈرنے والے۔ اس کے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد پر عملی طور پر لبیک کہنے والے ہیں۔ تو آخر ایسا انقلاب عظیم پیدا کرنیوالا انسان مفتری تو نہیں ہو سکتا۔ لاریب خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق تھا۔ تبھی تو باوجود مخالفین کی اتنی کوششوں اور منصوبوں کے خدا کا وہ جری دن دُگنی رات چوگنی ترقی کرتا گیا۔ اور آج تمام دنیا کے ممالک میں اس کی آواز پر لبیک کہنے والے لوگ موجود ہیں۔ اور وہ اس وقت تک سوتے نہیں۔ جب تک خدا کے اس پیارے پر کئی کئی بار درود اور سلام نہ بھیج لیں

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ہم اس کی جماعت کو بڑھاتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ تمام دنیا شیطان الرجیم کی غلامی ترک کر کے محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ہار اپنے گلے میں نہ ڈال لے۔

مبارک ہیں وے جو اب بھی آنکھیں کھولیں۔ اور قادیان سے طلوع ہونیوالے نیّرِ صداقت کی روشنی سے منور ہوں ؛

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

بقیہ صد ۲۳

اندر تشریف لیگئے۔ انگور میرے کرتے میں اور پونے پانچ روپیہ میرے ہاتھ میں رہ گئے۔ یہ نظارہ اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ہاں اس وقت میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ مگر اب غم کے آنسوؤں سے آنکھیں تر ہیں۔ سبحان اللہ! کیا اعلیٰ فقرہ فرمایا۔ کہ ہم اپنے دوستوں سے حساب نہیں رکھا کرتے۔ میں اس وقت ۱۴-۱۵ سال کا بچہ تھا۔ بھلا میری خدا کے نبی اور رسول سے کیا دوستی۔ یہ حضرت کی شفقت مہربانی اور عنایت تھی۔ کہ اپنے خدام کی عزت قدر اور حوصلہ افزائی فرماتے۔

اے خدا کے پیارے مسیح موعود۔ اللہ کی ہزاروں اور کروڑوں برکتیں اور رحمتیں ہوں تجھ پر اور تیری آل اولاد پر۔ افسوس کہ ہم نے تیری وہ قدر نہ کی۔ جو تیرے شان کے شایاں تھی۔ کیونکہ ہمیں تو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ تو اس طرح اور اتنا جلدی ہمیں چھوڑ کر چلا جائے گا۔ قلب پر رقت۔ آنکھوں میں آنسو۔ قلم رُک گیا ؛

اللھم صل علیٰ محمدٍ وعلیٰ اٰلِ محمد
وعلیٰ خلفاء محمدٍ وعلیٰ عبدہ
المسیح الموعود۔ وبارک وسلم
انک حمیدٌ مجید

خاص الحکم سیرت نمبر کیلئے

"دارالاماں"

نتیجۂ فکر جناب شیخ عبدالحکیم صاحب فضا ائل ایر فورس شملہ

اے ارضِ کدعہ تیری عظمت میں کیا گماں ہے | دریائے فیضِ رحمت تیرے لئے رواں ہے
تیری جبیں سے نورِ حسنِ ازل عیاں ہے | اللہ رے رشکِ سینا کیا اوجِ عز و شاں ہے

علم و ھدیٰ سے تیرے معمور ہیں خزانے
فضلِ عمر سا رہبر تجھ کو دیا خدا نے

انوار تیرے ہر سو عالم پہ چھا رہے ہیں | بھر بھر کے جام ساقی تیرے پلا رہے ہیں
بچھڑے ہوئے دلوں کو تجھ سے ملا رہے ہیں | سُرخ و سفید تیری محفل میں آ رہے ہیں

تو چشمۂ ھدیٰ ہے اور مرجعِ اُمم ہے
مسلم کیواسطے تو اک رحمتِ اتم ہے

سارے جہاں پہ جب تھا ظلمت کا دَور طاری | وحیٔ خدا سے روشن تیری زمیں تھی ساری
کی تُو نے شرق و غربِ عالم میں نور باری | آباد تیرے دم سے اب ہو گی شہریاری

عظمت کا تیری شہرہ عالم میں جابجا ہے
"دارالاماں" کا سہرا سر پر ترے بندھا ہے

تُو دَورِ خسروی کا مرکز ہے اس چمن میں | آثارِ زندگی ہیں مسلم کے پیرہن میں
شمعِ ھدیٰ ہے روشن تیری ہر انجمن میں | ٹھنڈی ہوا ہی تجھ سے اس وادیٔ فتن میں

گرد و غبار تیرا خلعت ہے میرے تن کو
مر کر بھی چاہتا ہوں مٹی تیری کفن کو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دوستوں سے حساب نہیں رکھا کرتے تھے

از خانصاحب سید غلام حسین صاحب اینیمل ہزبنڈری آفیسر ریاست بھوپال

عاجز کو خدا کے محض فضل سے چودہ سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت نصیب ہوئی۔ مجھے اس بات کا از حد شوق تھا۔ کہ حضرت اپنی زبان مبارک سے مجھے کسی قسم کا بھی کام کرنے کا ارشاد فرمائیں۔ تاکہ میں اس کی تعمیل کر کے اپنی خواہش پوری کروں۔ غالباً ۱۸۹۶ء تھا۔ جبکہ ہم درجن بھر آدمی حضرت کے ساتھ گول کمرہ میں کھانا کھاتے اور چھوٹی مسجد میں جو کہ اب مسجد مبارک کہلاتی ہے۔ نماز پڑھا کرتے تھے۔ مجھے اکثر حضرت کے ہاتھ پاؤں دبانے اور حضور کو پنکھا جھلنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ظہر کی نماز کے بعد حضرت مسجد میں ہی ڈاک پڑھا کرتے تھے۔ جو کہ ان ایام میں دوپہر کو آیا کرتی تھی۔

ایک دن میرے دل میں بڑا جوش اور شوق پیدا ہوا۔ کہ آج اگر حضرت مجھے کسی کام کا ارشاد فرمائیں۔ تو دل کی تمنا پوری ہو۔ حضرت تو ڈاک پڑھ رہے تھے اور میرا دل تڑپ رہا تھا کسی کام کے کرنے کے لئے۔ کہ اتنے میں حضرت صاحب نے خط پڑھتے پڑھتے گردن مبارک کو اوپر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا۔ کہ یہ ایک بلٹی ہے۔ آپ بٹالہ سے جا کر لے آئیں۔ بس پھر کیا تھا میرا دل تو باغ باغ ہو گیا۔ بلٹی میرے ہاتھ میں دیکر فرمایا۔ ابھی ٹھیریئے اور حضور اندر تشریف لے گئے۔ چند منٹ میں باہر تشریف لا کر میرے ہاتھ میں پانچ روپے دے کر فرمایا۔ کہ یہ اس کے اخراجات کے واسطے ہیں۔

روپے اور بلٹی لے کر خوشی سے اچھلتا ہوا میں مسجد سے نیچے اترا۔ یکے کے اڈے سے پتہ لگا۔ کہ اس وقت یہاں کوئی یکہ نہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں ایک یا دو یکے ہوتے تھے۔ اگر وہ بٹالہ چلے جاتے پھر قادیاں سے بٹالہ تک جانے کیواسطے کوئی سواری نہ ہوتی۔ خیر میں پیدل چل پڑا۔ اور شام کو بٹالہ پہنچ گیا۔ اسٹیشن پر بابو جی کو بلٹی دکھائی۔ اس نے کہا کہ پارسل آیا ہوا ہے۔ تم صبح چھڑا لینا۔ اب رات کو کہاں رکھو گے۔ رات سرائے میں ٹھیرا۔ صبح کو میں بابو جی کے پاس گیا۔ اس نے ایک چھوٹی ٹوکری جس میں کہ پانچ سیر کے قریب وزن ہو گا۔ میرے سپرد کر دی۔ اور کہا کہ فرستندہ نے اس کا محصول ادا کیا ہوا ہے۔ یعنی Paid پارسل ہے۔

میں جب ٹوکری لے کر اسٹیشن سے باہر نکلا۔ تو پتہ لگا۔ کہ جو یکہ رات کو قادیان سے بٹالہ آیا تھا۔ وہ سواریاں لے کر واپس قادیان چلا گیا ہے۔ چونکہ بٹالہ سے قادیان کی سڑک کچی اور بہت خراب اور ریتلی تھی۔ اس واسطے بٹالہ کے یکہ والے قادیان جانا پسند نہ کرتے تھے۔ اگر کوئی جاتا بھی تو بہت کرایہ چارج کرتا۔

میں سوچ ہی رہا تھا۔ کہ ایک شخص نے کہا۔ کہ آپ بہنگی والا کہار لے جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایک کہار کو وہ ٹوکری دے دی۔ اس نے بہنگی کے ایک پلڑا میں یہ ٹوکری رکھ دی۔ اور دوسرے پلڑا میں اتنا ہی پتھر کا وزن رکھ کر کندے پر اٹھا کر میرے ساتھ ہو لیا۔ اور چار آنہ مزدوری قادیان تک طے ہوئی۔ ہم جلدی ہی قادیان پہنچ گئے۔ حضرت کے عطا کردہ پانچ روپیہ میں سے چار آنہ میں نے کہار کو مزدوری دے دی۔ اور پونے پانچ روپے جیب میں رکھ۔ ٹوکری ہاتھوں میں لے مسجد مبارک کی پرانی تنگ سیڑھیوں میں چڑھ کر۔ سیڑھیوں کے خاتمہ سے قبل ہی جو دروازہ حضرت کے زنانخانہ میں جاتا ہے۔ وہاں ٹھیر کر حضرت صاحب کی خدمت میں اپنی آمد کی اطلاع کرائی۔ حضرت فوراً ہی باہر تشریف لائے۔ اور مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا۔ کہ آپ آ گئے۔ میں نے عرض کی حضرت آ گیا۔ ٹوکری کو دیکھتے ہی یہ فرماتے ہوئے اندر تشریف لے گئے کہ آپ ٹھیریں۔ چند منٹ میں حضرت ہاتھ میں ایک بڑا چاقو لئے ہوئے تشریف لائے اور اس ٹوکری کے اوپر جو ٹاٹ سلا ہوا تھا۔ اس کو چاقو سے ایک طرف سے کاٹ کر اپنے دونوں ہاتھ اس ٹاٹ کے اندر داخل کر کے باہر نکالتے ہی فرمایا۔ کہ یہ آپ کا حصہ ہے۔ میں نے جلدی میں اپنے کرتے میں ڈلوا لئے۔ (قبل ازیں مجھے علم نہ تھا کہ پارسل میں کیا ہے) میں نے دیکھا کہ وہ سبزی مائل انگور ہیں۔ اتنے میں میں نے وہ پونے پانچ روپیہ جیب سے نکال کر پیش کئے۔ اور عرض کیا کہ حضور یہ بقایا رقم ہے صرف چار آنہ خرچ ہوئے ہیں۔ اس پر حضرت نے بڑی شفقت سے فرمایا۔ کہ

"ہم اپنے دوستوں سے حساب نہیں رکھا کرتے"۔ اتنا فرمایا۔ اور ٹوکری اٹھا کر

(باقی [illegible] پر)

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم و مغفور کے نام ۱۸۹۳ء کے مکتوبات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس و بابرکت خطوط حضرت والد صاحب مرحوم و مغفور ڈاکٹر حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کے نام کی

—— دوسری قسط ——

خاکسار

خلیفہ صلاح الدین احمد عفی اللہ عنہ

خط نمبر ۶ (کارڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـ نحمدہٗ و نصلی

عزیزی محبی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب سلّم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

دوا مرسلہ آپ کی مجھ کو پہنچ گئی۔ اللہ جل شانہٗ آپ کو بہت بہت اجر بخشے۔ آمین ثم آمین۔ بخدمت اخویم میاں عبد الحکیم خاں صاحب السلام علیکم۔

خاکسار

غلام احمد (علیہ السلام) از قادیان ۹۔ جنوری ۱۸۹۳ء

بمقام لاہور میڈیکل کالج۔ بخدمت اخویم عزیزی خلیفہ رشید الدین صاحب طالب علم۔

خط نمبر ۷ (کارڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۱۲ اگست ۹۳ء

عزیزی مخلصی خلیفہ رشید الدین صاحب سلّم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم

عبد اللہ سے آپ نے وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور وہ آدمی غریب اور نیک چلن ہے مناسب ہے کہ اپنے وعدہ کے موافق اس کو اپنے پاس طلب کر لیں۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

غلام احمد (علیہ السلام) از قادیان۔

خط نمبر ۸ (کارڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـ نحمدہٗ و نصلی

محبی اخویم عزیزی خلیفہ رشید الدین صاحب سلّم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

پانچ روپیہ پہنچ گئے۔ باعث بیماری جواب نہیں لکھ سکا۔ امید کہ ہمیشہ خیر و عافیت سے مطلع فرماتے رہیں۔ والسلام

خاکسار غلام احمد (علیہ السلام)

۲۳۔ ستمبر ۹۳ء

بمقام سندیلہ ضلع ہردوئی شفا خانہ سندیلہ بخدمت اخویم محبی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

خط نمبر ۹ (کارڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ ونصلی

مجبی عزیزی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘

مبلغ　　روپیہ مرسلہ آپ کے پہنچ گئے　صہ

جزاکم اللہ خیرالجزاء - امید کہ ہمیشہ اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں - چند رسالے چھپ رہے ہیں - امید کہ ایک ہفتہ تک چھپ جائیں گے -

باقی خیریت ہے - والسلام

خاکسار غلام احمد (علیہ السلام) از قادیان

۱۰ اکتوبر ۱۸۹۳ء

(از خاکسار غلام احمد علیہ السلام از قادیان)

بمقام سندیلہ ضلع ہردوئی شفاخانہ سندیلہ

بخدمت مجبی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب ڈاکٹر

خط نمبر ۱۰ (کارڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجبی اخویم خلیفہ رشید الدین صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘

یہ عاجز ایک ہفتہ سے فیروزپور چھاؤنی میں ہے۔ چھ سات روز کے بعد قادیان میں جاؤں گا - میاں محمد یوسف ابھی میرے پاس نہیں آئے - غالباً قادیان گئے ہوں گے - والسلام

خاکسار غلام احمد (علیہ السلام) ۲۸ نومبر ۱۸۹۳ء

بمقام سندیلہ ضلع ہردوئی شفاخانہ سندیلہ

بخدمت اخویم مجبی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

خط نمبر ۱۱ (خط)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ ونصلی

مجبی مخلصی عزیزی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلّمہ اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘ -

یہ عاجز علیل رہا ہے - اس لئے خط نہیں لکھ سکا۔ اب بھی کسی قدر علالت طبع باقی ہے - غلبہ ریزش اور کھانسی ہے - آپ کا ہدیہ مرسلہ پارچات یعنے

سیاہ چوغہ یک　ابرہ لحاف یک　کھیس یک　پہنچ گیا -

جزاکم اللہ خیراً - ایک اور تکلیف دیتا ہوں - کہ ایک مرتبہ قادیان میں آپ نے کونین کی گولیاں بنا دی تھیں - اور وہ سخت اور مضبوط گولیاں تھیں - بآسانی ثابت ہی حلق کے نیچے اتر جاتی تھیں - اب وہ گولیاں ختم ہو چکی ہیں - اور نرم گولی سے تلخی حلق میں پھیل جاتی ہے - اور کوئی ایسی سخت گولیاں نہیں بنا سکتا۔ اس لئے مکلف ہوں - کہ ایک عدد روپیہ کی کونین کی گولیاں - مگر تین درجہ کی ایک میرے کھانے کے لائق اور ایک محمود کے کھانے کے لائق اور ایک بہت چھوٹی ہوں - جن کو ایک بچہ چھ سات ماہ کا کھا سکتا ہو - کیونکہ بشیر کو بھی بخار آتا ہے - اگر گولیاں آویں - تو ایک ایک گولی اس کو بھی دیدیا کرونگا - فقط اور ہمیشہ اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں - باقی خیریت ہے - والسلام

خاکسار غلام احمد (علیہ السلام) از قادیان - ۲۲ دسمبر ۱۸۹۳ء

یہ یاد رہے کہ گولیاں سخت ہوں اور تین درجہ کی ہوں - صہ

خط نمبر ۱۲ (کارڈ)　صہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ ونصلی

مجبی مخلصی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید احمد صاحب سلّمہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘

کل کی ڈاک میں گولیاں کونین کی پونہچی - خدا تعالےٰ آپ کو جزائے خیر بخشے - گولیاں نہایت عمدہ ہیں اور نہایت محبت اور اخلاص سے بنائی گئی ہیں -

امید کہ ہمیشہ اپنی خیر و عافیت سے مطمئن فرماتے رہیں - زیادہ خیریت ہے - والسلام

خاکسار غلام احمد (علیہ السلام) از قادیان ضلع گورداسپور

۳۱ دسمبر ۱۸۹۳ء

بمقام سندیلہ ضلع ہردوئی -

خدمت میں مجبی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس زمانہ میں مبعوث نہ ہوتے - تو قرآن کریم اور حدیث شریف کے کئی ایک حقائق ہم سے پوشیدہ ہی رہتے - یا اُن پر ایمان ایک حسنِ ظن کے درجہ پر ہوتا - لیکن مشاہدہ کا ایمان حاصل نہ ہوتا - لیکن چونکہ آپ کو الرحمٰن علّم القرآن کے ماتحت خدا تعالےٰ نے خود قرآن سکھایا - اور کلّ برکۃٍ من محمدٍ صلے اللہ علیہ وسلّم فتبارک من علّم و تعلّم کے ماتحت آپ کی زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر تھی - اس لئے آپ کے علم اور عمل سے بہت سے قرآن اور حدیث کے مسائل ہمیں اسی طرح حل ہو گئے - جیسے صحابہ رضوان اللہ علیہم پر حل ہوتے تھے -

ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے - النّبیّ اولیٰ بالمومنین من انفسھم - یعنی حقوق کے لحاظ سے مومنوں پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حق تمام اعزہ واقارب سے زیادہ ہے - اور خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - لا یومن احدکم حتی اکون احبّ الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین - یعنی تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا - جب تک میں اسے اس کے والد - اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں - جس قدر محبت والدین کو اپنی اولاد سے اور اولاد کو اپنے والدین سے اور دیگر خونی رشتہ داروں سے ہوتی ہے - وہ غیروں سے نہیں ہو سکتی - خواہ کسی وقت دو محبت کرنے والوں کا دلی میلان کس قدر بڑھا ہوا کیوں نہ ہو - لیکن جس جماعت کے اندر قرآن کریم اپنے نزول کے وقت تلاوت کیا گیا۔

اور جس گروہ کے اندر رحمۃ للعالمین بذات خود مبعوث ہوئے - ان میں سے کسی ایک فرد کے لئے بھی یہ مسئلہ کبھی دُبدہ کا موجب نہ ہوا - کہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم کیوں ہو - اور اس کا وجود تمام اعزاء واقارب سے احبّ الیہ کیوں ہو؟ وہ ہر روز بلکہ ہر آن اُس بالمومنین رؤف الرحیم کے ہاتھ سے ایسے لطف وعنایات کے جام پیتے تھے - کہ کسی رشتہ دار کہلانے والے کی محبت وشفقت کو اس سے کوئی نسبت ہو ہی نہیں سکتی - وہ ایسی پُرحلاوت مے تھی - کہ اس سے سرشار ہو کر صحابہ کرام کے لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود نہ صرف والدین اور نہ صرف دیگر خویش واقارب بلکہ تمام دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہو گیا -

میں اس موضوع سے متعلقہ مثالوں کو دُہرا نہیں سکتا - کہ کسی اخبار کے کالم صحابہ رضؓ کی جان نثاری کی تاریخ کے لئے کہاں مکتفی ہو سکتے ہیں - ہاں اتنا ہی کہتا ہوں - کہ کون سی قربانی ہے جو کسی فرد نے کسی زمانے میں اپنے سردار کے لئے کی ہے - اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے سینکڑوں نہیں ہزاروں نے نہ کی ہو - اور نہ زیادہ شان سے نہ کی ہو - وہ جنھوں نے پے در پے کئی نوکروں اور بالآخر بیٹے کو بھی خراج دینے سے انکار کر دیا - جب مالک آیا - تو نہ صرف انہوں نے سارا باغ ہی اس کے حوالے کر دیا - بلکہ اپنا سب کچھ اس کی نذر کر دیا - اور پھر بھی بصد حسرت یہی گاتے ہوئے رخصت ہوئے ؎

جان دی - دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

پھر بھی دل میں یہی تمنا لے گئے - کہ ہم پھر زندہ کئے جائیں - اور پھر خدا کی راہ میں مارے جائیں - پھر زندہ کئے جائیں اور پھر مارے جائیں اور یہ سلسلہ ختم نہ ہو - اللّٰھم بارک وسلم علی محمدٍ وّ علی اصحاب محمدٍ -

جب یہ آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نجوم اپنا طبعی وقت پورا کر کے مادی اُفق سے غروب ہو گئے - تو وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ ایسے بندے مبعوث فرماتا رہا - جو کہ عزیزٌ علیہ ما عنتّم و بالمومنین رؤف الرحیم کی صفت سے علیٰ قدر مراتب متصف ہوتے تھے -

آج سے تیس سال قبل دنیا میں خدا کا ایک بندہ موجود تھا - جس کو اپنے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی اس

صفت کا وافر حصہ ملا ہوا تھا - اور وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام تھے - آپ کو بھی اپنے آقا کی طرح اپنے خدام سے اس قدر بڑھی ہوئی شفقت تھی - کہ ماں باپ کی محبت و شفقت اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے ؎

بہ شفقت از پدر افزوں تر آمد
بمہرش مہر یاور ہیچ کارے

چونکہ اس آخرین کے گروہ کو بھی ساقی نے وہی مے پلا دی تھی - جس سے صحابہ کرام سرشار ہوتے تھے - اس لئے ایک پیمانہ پر اور ایک رنگ میں اس گروہ میں اولین جیسی قربانی - جاں نثاری - ایثار صدق و صفا - محبت و عشق کے نظائر بکثرت پائے جاتے ہیں - اور جیسے میں نے صحابہ کی اس باب میں مثالوں کو چھوڑ کر صرف ایک اثر کا ذکر کیا ہے - ایسے ہی میں اس آخرین کی جماعت کی بھی کثیر مثالوں کو چھوڑ کر آج کی صحبت میں صرف ان کے متعلق ایک اثر کے بیان پر اکتفا کروں گا -

ابتداء ہی سے حضرت اقدس کے حلقہ انصار میں ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے - بدء الاسلام غریبًا و سیعود غریبًا فطوبیٰ للغرباء کی سنت کے ماتحت اگرچہ کثرت غرباء کی تھی لیکن زمانہ کی مسلمہ اور متعارفہ عزتوں اور ریتوں والے بھی شامل جماعت تھے - اعلیٰ طبقہ کے تاجر بھی تھے - اعلیٰ زمیندار بھی تھے - اعلیٰ عہدہ دار سرکاری ملازم بھی تھے - اعلیٰ گریڈ کے ڈاکٹر بھی تھے وکیل بھی تھے - دینی علوم کے چوٹی کے علماء بھی تھے - اور علوم دنیوی کے منتہی ڈگری یافتہ بھی تھے - اور مخدومی نواب محمد علی خانصاحب آف مالیر کوٹلہ اور سردار امام بخش صاحب تمندار کوٹ قیصرانی جیسے رئیس اور جاگیردار بھی تھے - پھر انزلوا الناس علیٰ قدر منازلھم کے ماتحت حضرت ہر ایک کے ساتھ حسب حال امتیازی سلوک بھی فرماتے تھے - یہ امتیازی سلوک لوگوں کو نظر بھی آتا تھا - لیکن باوجود اس کے حضرت کی بڑھی ہوئی شفقت و محبت کا یہ عالم تھا - اور آپ کی شفقت کی پوشیدہ نہر اس طرح جاری تھی - کہ حضرت مولانا نور الدین اور مولانا عبدالکریم جیسے سلسلہ کے عمائد سے لے کر حافظ حامد علی صاحب اور پیرا پہاڑیا جیسے گھر کے خادموں تک ہر ایک دوست اس یقین سے معمور تھا - کہ سب سے زیادہ حضرت اس سے ہی پیار کرتے ہیں - ہر ایک کو حضرت کی محبت پر ناز تھا - اور وہ فخریہ اپنے اس اثر کو بیان کرتے تھے - سبحان اللہ! کیا رشک کا مقام ہے کہ یہ لوگ دنیا میں ہی جنت میں بستے تھے - وہاں نہ حسد تھا نہ رقابت - نہ بغض نہ کینہ - ونزعنا ما فی صدورھم من غلٍ اخوانًا علیٰ سررٍ متقٰبلین - کی حالت یہیں میسر ہو گئی - وہ سرر متقابل کیا تھے - وہ حضرت کی محبت کے تخت تھے - جس پر ہر دوست سرفراز ہو کر بیٹھا ہوا تھا - ایک اُمی آدمی کو حضرت کی محبت کا ایسا تخت میسر تھا - کہ وہ [۴۴]

[۴۴] حضرت مولانا نور الدین جیسے عالم کے مقابل اپنے تخت پر یوں سر بلند ہو کر بیٹھتا تھا - کہ وہ سمجھتا تھا - کہ جس تخت پر وہ بیٹھا ہوا ہے وہ شاید حضرت مولانا کو بھی میسر نہیں -

میں جب حضرت کی محبت و شفقت کی اس کیفیت کا تصور کرتا ہوں - تو میں حیران رہ جاتا ہوں - کہ جام ہائے عنایات کے پینے والوں نے اپنے دلبر کی رحلت کے بعد پیچھے رہنا کیسے گوارا کر لیا - ساقی کے بغیر میخانہ میں کیا کیف باقی ہو سکتا ہے ؟ یہ ایک نا لذت آشنا متاخر کا خیال پریشان ہے - دیکھئے! مخدومی شیخ عرفانی صاحب و مخدومی مفتی محمد صادق صاحب و مکرمی قاضی اکمل جیسے جام رساں اور مخدومی میر محمد اسمٰعیل صاحب جیسے میگسار اس پر اپنے تاثرات کا کیا اظہار کرتے ہیں -

شیخ مبارک احمد صاحب مبلغ مشرقی افریقہ کے قلم سے

—— (۱) ——

" جبکہ انسان ایک فنا ہونے والی ہستی ہے - اور موت کا کچھ بھی پتہ نہیں کہ کب آجاوے - اور عمر ایک ناپائدار شئے ہے - پھر کس قدر ضروری ہے - کہ اپنی اصلاح اور فلاح کی فکر میں لگ جاوے - مگر میں دیکھتا ہوں - کہ دنیا اپنی دُھن میں ایسی لگی ہے - کہ اس کو آخرت کا کچھ فکر اور خیال ہی نہیں - خدا تعالےٰ سے ایسے لاپرواہ ہو رہے ہیں - کہ گویا وہ کوئی ہستی ہی نہیں - ایسی حالت میں جبکہ دنیا کی ایمانی حالت اس حد تک کمزور ہو چکی ہے - اللہ تعالےٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے - تاکہ میں زندہ ایمان زندہ خدا پر پیدا کرنے کی راہ بتلاؤں "

—— (۲) ——

" دنیا میں لوگ حکام یا دوسرے لوگوں سے کسی قسم کا نفع اٹھانے کی ایک خیالی امید پر ان کو خوش کرنے کے واسطے کس کس قسم کی خوشامد کرتے ہیں - یہاں تک کہ ادنیٰ ادنیٰ درجہ کے اردلیوں اور خدمتگاروں تک کو خوش کرنا پڑتا ہے - حالانکہ اگر وہ حاکم راضی اور خوش بھی ہو جائے - تو اس سے صرف چند روز تک یا کسی موقع مخصوص پر نفع پہنچنے کی امید ہو سکتی ہے - اس خیالی اُمید پر انسان اس کے خدمتگاروں کی ایسی خوشامدیں کرتا ہے - کہ میں تو ایسی خوشامدوں کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہوں - اور میرا دل ایک رنج سے بھر جاتا ہے - کہ نادان انسان اپنے جیسے انسان کی ایک خیالی اور وہمی امید پر اسقدر خوشامد کرتا ہے - مگر اس محسن حقیقی (خدا تعالیٰ) کی جس نے بدوں کسی معاوضہ کے اور التجا کے اس پر بے انتہا فضل کئے ہیں - ذرا بھی پروا نہیں کرتا - حالانکہ اگر وہ انسان اس کو نفع پہنچانا بھی چاہے تو کیا؟ میں سچ سچ کہتا ہوں - کہ کوئی نفع خدا تعالےٰ کے بدوں پہنچ ہی نہیں سکتا . . . . . پھر کس قدر بے حیائی ہے - کہ انسان غیروں کے دروازہ پر ناک رگڑتا پھرے - ایک خدا ترس مومن کی غیرت تقاضا نہیں کرتی - کہ وہ اپنے جیسے انسان کی ایسی خوشامد کرے جو اس کا حق نہیں ہے - متقی کے لئے خود اللہ تعالےٰ ہر قسم کی راہیں نکال دیتا ہے - اس کو ایسی جگہ سے رزق ملتا ہے - کہ کسی دوسرے کو علم بھی نہیں ہو سکتا - اللہ تعالےٰ خود اس کا ولی اور مربی ہو جاتا ہے - اللہ تعالےٰ کے بندے جو دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں، ان کے ساتھ وہ رأفت و محبت کرتا ہے - چنانچہ خود فرماتا ہے - واللہ رؤف بالعباد "

—— (۳) ——

" میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے - کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لئے وقف کر دی ہے - اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دے دی ہے - مجھے حیرت آتی ہے - کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کرتے - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو - کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں - یاد رکھو! یہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے - کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا - اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر ان کو اطلاع ملتی - کہ جو خدا کے لئے اس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے - کیا وہ اپنی زندگی کھوتا ہے؟ ہرگز نہیں - فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ھم یحزنون - اس لِلّٰہی وقف کا اجر ان کا رب دینے والا ہے - یہ وقف ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات و رہائی بخشنے والا ہے - . . . . . . میں چونکہ خود تجربہ کار ہوں - اور تجربہ کر چکا ہوں - اور اس وقف کے لئے اللہ تعالےٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے - کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جائے - کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے - بلکہ تکلیف اور دُکھ ہوگا - تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رُک نہیں سکتا - اس سے